۱۸ مارچ ۲۰۲۰ء

بِسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم

# اِک نظر اپنے اعمال پر

آداب

حالات سنگین ہیں بات غور طلب ہے۔ قدرت نے دنیا کے گال پر زبردست تھپّڑ مارا ہے۔ آخر کیوں ؟ کس لیے ؟ حالات کا تقاضہ ہے کہ اِس سوال کی تہہ میں پہنچا جائے۔ یہ وبا Covid 19 ملک چین سے پھیلی ایسا بتا رہے ہیں۔ سو آیئے وہیں سے شروع کرتے ہیں۔ تقریباََ دس سال پہلے ہم چین کی مسافرت پر گئے تھے۔ کئی تاریخی مقامات دیکھے پھر شاہ راہِ ریشم ( silk route ) سے گذرے۔ کاشغر میں دو تین روز قیام رہا۔ وہاں ہماری گائڈ ایک اوغر (ایغور) لڑکی تھی۔ ویسے تو اُس نے MBBS کیا تھا مگر اوغر ہونے کی وجہ سے ہسپتال میں کام نہیں مل رہا تھا سو فلحال گائڈ کا کام کر رہی تھی نام اُس کا 'قلبِ نور' تھا۔ ہمارے کہنے سے اوغر کی بستی میں لے گئی۔ صاف ستھرے محلّے۔ کہیں دو چار بزرگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے، کہیں بچّے کھیل رہے تھے، کچھ لوگ چھوٹی موٹی دکان لگائے بیٹھے تھے۔

قلبِ نور نے بتایا کہ چین سرکار انہیں یہاں سے نکال کر Apartment میں منتقل کر رہی ہے۔ اور یہ لوگ جانا نہیں چاہتے کہ ہماری تین نسلیں ساتھ رہتی ہے اور ہم ایسے ہی رہنا پسند کرتے ہیں یہ ہماری تہذیب کا حصّہ ہے۔ Apartment میں ہم جدا جدا ہو جائینگے۔ ظاہر ہے ان کی اپنی تہذیب ہے اپنے رسم و رواج ہے، اپنی زبان ہے ان کا رسم الخط (script) بھی عربی ہے۔ اُس نے بتایا کہ سرکار کی طرف سے یہ قانون لاگو کیا گیا

ہے کہ اوغر بچّے ۱۳ سال سے پہلے دینی تعلیم حاصل نہیں کرسکتے قران نہیں پڑھ سکتے (وجہ آپ سمجھ سکتے ہیں)۔ چین کی سرکار نے اوغر مسلم کے درمیان ''ہو'' یا (ہوئی) مسلم کو بسا دیا ہے وہ خالص چینی ہیں دونوں کے رہن سہن میں بہت فرق ہے سو آپس میں کشمکش سی رہتی ہے۔ شہر کے جتنے بھی سرکاری محکمات ہیں اُس کے افسران یا تو چینی ہیں یا 'ہو' مسلم۔ چھوٹے موٹے کام کرنے والے اوغر ہیں جنہیں افسران حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کبھی کسی اوغر نے غصّہ میں کچھ کہہ دیا تو غائب ہی کر دیا جاتا ہے پتا ہی نہیں لگتا کہ اُس کا کیا ہوا اہلِ خانہ تڑپ کے رہ جاتے ہیں۔ یہ تو دس سال پہلے کی بات ہے گذشتہ تین چار سال میں جو ظلم اُن پر ہوا ہم سب واقف ہی ہیں۔ مگر ہم گونگے بہرے بن کر خاموش دیکھتے رہے اور اوغر ظلم کی چکّی میں پستے رہے۔ ہم نے اللہ کے اِس حکم کو کہ ''مظلوموں کی حمایت میں اُٹھو'' پسِ پشت ڈال دیا۔ سو اب خمیازہ تو بھگتنا ہو گا۔ کچھ لوگ اوغر کی حمایت میں اُٹھے مگر جب تک ہم سب ساتھ نہ اُٹھیں وہ تو نقّار خانے میں طوطی کی آواز ظالموں کو کب سُنائی دیتی ہے۔

اب ایک نظر زرا شام (Syria) کی طرف ڈالیں۔ وہاں دیکھتے ہی دیکھتے شہر کھنڈر ہو گئے عمارتیں ملبہ بن گئیں، گلی کوچے سونے ہو گئے، اور گھر جوانوں سے خالی ہو گئے۔ سالہا سال تک یہ حالت رہی تو اہلِ شام وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ جو کچھ بن پڑا گٹھریوں میں باندھ کر تھیلوں میں بھر کر نکل پڑے وہ گھڑی اُن پر کس قدر بھاری پڑی ہو گی ہم تصوّر بھی نہیں کرسکتے۔ وہ قافلے آپ نے بھی دیکھے ہونگے کسی نے بچّے کو گود میں لیا ہے کسی نے کندھے پر بٹھایا ہے زرا بڑا ہے تو اُنگلی پکڑ کر کھنچا چلا جارہا ہے، ضعیفوں کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔ یوروپ کے جن ملکوں میں پہنچے وہاں کا منظر اور بھی جان لیوا۔

اُنھوں نے سرحدوں پر نکیلے تار کے جنگلے لگادیے کہ تم ملک میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اللہ اللہ وہ بے بسی کا عالم، وہ اُن کی التجائیں، وہ رحم کی بھیک۔ آسمان یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ خدا یہ دن کسی کو نہ دکھائے۔ یوروپ والے بھی کیا کریں کس کس کو پناہ دیں مگر یہ پہلے سوچنا تھا جنگ روکنے کی تدبیر نہیں کی، ظُلم روا رکھا تو انسانیت کا یہ بوجھ اُٹھانا ہوگا۔ شامی اپنے اپنے گھروں میں چین سے بیٹھے تھے باعزّت زندگی گزار رہے تھے۔ اُنہیں خواب میں بھی خیال نہیں کہ ہم یوں دربدر ہوجائینگے۔

کچھ سال اور پیچھے جائیں ان بدنصیب آنکھوں نے عراق کی بربادی بھی دیکھی جھوٹ بلکل سفید جھوٹ بول کر جھوٹی جھوٹی گواہیاں پیش کر کے بغداد پر حملہ کر دیا اور بڑے فخر سے کہنے لگے کہ ہم نے ایک کے بعد ایک بے تحاشہ بم گرائے۔ بغداد صرف شہر نہیں تھا تہذیب کا گہوارہ تھا۔ کیسے کیسے عالم، شاعر، فلسفی، مصنف، صوفی اُس سرزمین نے پیدا کیے شہر بصرہ کی بربادی نے رابعہ بصری کی یاد دلائی وہ صوفی خاتون جو ایک دن بصرہ کی سڑکوں پر ایک ہاتھ میں پانی کا کوزہ اور دوسرے ہاتھ میں برتن میں آگ لیے جا رہی تھی کسی نے پوچھا 'رابعہ اس حالت میں کہاں جا رہی ہو؟'۔ کہنے لگیں 'آگ سے جنّت کو جلانے اور پانی سے جہنّم کی آگ کو بجھانے تا کہ لوگ صرف اُس کی محبت میں عبادت کریں جہنّم کے ڈر اور جنّت کی لالچ میں نہیں۔' ایسی کتنی ہی علم و حکمت کی باتیں وہاں دفن ہیں اور وہاں سپاہی بم اور بندوقیں لیے پہنچ گئے۔ مانا صدّام حسین ظالم تھا۔ ایک اُس کو ہٹانے میں ہزاروں بے گناہوں کا خون کر دیا آخر بیواؤں کی یتیموں کی آہیں کہاں جاتی اب اُس کا اثر دیکھ لو۔ افغانستان کی بربادی آنکھوں کے سامنے ہے۔ ظلم کی داستان بہت لمبی ہے۔ افریقہ کی کہانی کچھ کم دردناک ہے؟ ظالم، بچیّوں کو اسکول سے

اغواہ کر کے لے گئے اور ہم، ہم امن پسند لوگ گونگے بہرے بن کر یہ سب دیکھتے رہے۔ہاں جب کبھی کچھ لوگ مل بیٹھے تو ضرور افسوس ظاہر کیا، کسی نے غصّہ سے بھی کہا، ہمدردی کا مظاہرہ بھی ہوا مگر کوئی ٹھوس قدم کبھی نہیں اُٹھایا گیا۔ یہ بات یقینی ہے کہ دنیا میں زیادہ تر لوگ نیک ہیں اچھے ہیں امن وسلامتی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ خود خدا نے کہا ہے کہ ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔''(سورہء تین)۔

بدمعاش قسم کے لوگ کم ہیں مگر اُن کا زور زیادہ ہے۔ آخر کس لیے؟ کیا ہم شرافت میں مارے جارہے ہیں، یا ہم بزدل ہیں، خود غرض ہیں۔ اپنی زندگی گزر رہی ہے اور آرام ہی سے گزر رہی ہے۔ سو یہ رویہ اختیار کر رکھا ہے کہ آخر ہم بھی گھربار لے کر بیٹھے ہیں، بچّے ہیں، کام ہے، بزنس ہے یوں سب چھوڑ کر ان کے پیچھے تو نہیں پڑا جا سکتا۔ مگر یہ بھول رہے ہیں کہ ''آج وہ تو کل ہماری باری ہے''

یہ جو تھپّڑ اِس وقت پڑا ہے بہتر ہے کہ سنبھل جائیں۔ ذاتی طور پر بہت سے لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ مگر اجتماعی طور پر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ایک بین الاقوامی تنظیم بنے، ہر گھر سے ایک فرد اُس کا میمبر بنے اور جب جہاں کہیں ظلم ہو مظلوموں کی حمایت کو پہنچے اور ظلم کو روک کر دم لے۔ U.N ہے مگر وہاں تو Veto کی طاقت سے انصاف کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔

کل ہی کی بات ہے 'شاہین باغ دہلی' میں بہنوں نے کس قدر ہمّت اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ ہم سب نے بہت تعریف کی۔ اُن کی شان میں قصیدے پڑھے گئے، نظمیں لکھیں گئیں گیت گائے گئے۔ مگر یہ زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے کاش ہم سب امن پسند چند جہازوں میں بیٹھ کر اُن کی حمایت کو پہنچ جاتے اُن کے شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہوتے

اُن کا قد بھی بڑھ جاتا، ظالم کے ہوش اُڑ جاتے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ ہو سکتا ہے؟ یہ سوال غور طلب ہے۔ اُمید ہے اس طرف توجہ کرینگے۔ دل سینے میں بے چین ہیں اور روح پامال۔ نہایت ضروری ہے کہ ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنے اعمال پر نظر رکھیں۔ امن اور سلامتی کے لیے کوئی ٹھوس قدم اُٹھایا جائے۔

ساتھ ہی اس وقت اِس بلا سے نجات پانے کے لیے دعا کی سخت ضرورت ہے۔ آج کے انسان کو اپنی مادّی ترقّی اور اپنی Technology پر بڑا ناز ہے۔ ایسا خود مختار بن بیٹھا ہے کہ اپنے خالق کو بھول بیٹھا ہے (ناستک ہونا فیشن میں شمار ہو گیا ہے) معلوم نہیں اِس مشکل وقت میں کتنے لوگوں نے گھروں میں بچّوں کے ساتھ پوجا پاٹھ کیا، یا نماز کی صفیں بچھائیں، بائبل کھولی کہ توڑا پڑھی۔ لازمی ہے کہ ہم اپنے دامن میں منہ ڈال کر دیکھیں اپنی غلطیوں کی، غفلت کی، گناہوں کی معافی مانگیں

ساری دنیا عذاب کی لپیٹ میں ہے۔ یہ تو کبھی کسی کے گمان میں بھی نہیں گزرا کہ Vatican بند ہو جائیگا، کعبہ کاشی سونے ہو جائینگے۔ شکر ہے اللہ کا کہ جو اُس کا خاص مسکن ہے ''انسان کا دل'' اُس کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں وہ اصل کعبہ، کاشی اور گرجا ہے۔ شیخ سعدی کیا خوب کہہ گئے کہ

طوافِ دل کُن کہ کعبہء مخفی است
اورا خلیل بُن کردن ایں را خدا خود ساخت

ترجمہ: دل کے طواف کر کے یہ چھُپا ہوا کعبہ ہے
اُسے تو خلیل (ابراھیمؑ) نے بنایا ہے اسے تو خود خدا نے بنایا ہے۔

اجازت دیں۔ پروردگار ہم سب کو نیک توفیق عطا کرے۔ سب کو صحت مند رکھے۔

خدا حافظ

ایک گنہگار بندی

حمیدہ بانو

نوٹ: یہ بھی کیا جا سکتا ہے آپ سب کانفرینس کال conference call تو کرتے ہی ہیں اُس کے ذریعہ یا ویسے ہی دعا کا ایک وقت مقرّر کر کے سب دوست احباب کو اطلاع کر دیں سب اپنے اپنے طور سے اُس کے حضور ایک ساتھ حاضر ہو جائیں۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ ذاتی طور پر دعا کا اثر کچھ اور ہوتا ہے مل کر اکھٹّے دعا کرنے کا اثر کچھ اور ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں تو کر کے دیکھتے ہیں۔